بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

ماہنامہ
اخبار احمدیہ
جرمنی

جماعت احمدیہ
جرمنی کا ترجمان

نگران: مبارک احمد تنویر، انچارج شعبہ تصنیف　　　مدیر: حامد اقبال

جلد نمبر 19 شمارہ نمبر 10 ماہ نبوت 1393 ہجری شمسی بمطابق نومبر 2014ء

قرآن کریم

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ. (یونس:63)

ترجمہ: سنو کہ یقیناً اللہ کے دوست ہی ہیں جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپؐ کے اہل بیت میں سے آپؐ کو سب سے زیادہ کون پیارا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا

''حسن اور حسین ۔''

آپؐ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے۔ میرے بیٹوں کو بلاؤ۔ پھر آپؐ ان دونوں کو گلے سے لگاتے اور بوسہ دیتے تھے۔

(جامع ترمذی کتاب المناقب .مناقب الحسن و الحسین)

اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت امام حُسینؓ و حسنؓ ائمۃ الھدیٰ

''حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما خدا کے برگزیدہ اور صاحب کمال اور صاحب عفت اور عصمت اور ائمۃ الھدیٰ تھے اور وہ بلاشبہ دونوں معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آل تھے''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن۔ جلد۱۵۔ صفحہ۳۶۴۔۳۶۵ حاشیہ)

ہم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں کے ثناخواں ہیں

''حضرت حسنؓ نے میری دانست میں بہت اچھا کام کیا کہ خلافت سے الگ ہوگئے۔ پہلے ہی ہزاروں خون ہو چکے تھے۔ انہوں نے پسند نہ کیا کہ اور خون ہوں۔ اس لئے معاویہ سے گذارہ لے لیا۔ چونکہ حضرت حسنؓ کے اس فعل سے شیعہ پر زد ہوتی ہے اس لئے امام حسنؓ پر پورے راضی نہیں ہوئے۔ ہم تو دونوں کے ثناخواں ہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ ہر شخص کے جداجدا قویٰ معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت امام حسنؓ نے پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی بڑھے اور خون ہوں۔ انہوں نے امن پسندی کو مدنظر رکھا اور حضرت امام حسینؓ نے پسند نہ کیا کہ فاسق فاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے۔ دونوں کی نیت نیک تھی۔ اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ''۔

(ملفوظات۔ جلد۴۔ صفحہ۵۷۹۔۵۸۰)

حضرت امام حسینؓ کی شہادت

''امام حسینؓ کو دیکھو کہ ان پر کیسی کیسی تکلیفیں آئیں۔ آخری وقت میں جوان کو ابتلاء آیا تھا کتنا خوفناک ہے لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمر ستاون برس کی تھی اور کچھ آدمی ان کے ساتھ تھے۔ جب سولہ یا سترہ آدمی ان کے مارے گئے اور ہر طرح کی گھبراہٹ اور لاچاری کا سامنا ہوا تو پھر ان پر پانی کا پینا بند کر دیا گیا۔ اور ایسا اندھیر مچایا گیا کہ عورتوں اور بچوں پر بھی حملے کئے گئے اور لوگ بول اٹھے کہ اس وقت عربوں کی حمیت اور غیرت ذرا بھی باقی نہیں رہی۔ اب دیکھو کہ عورتوں اور بچوں تک بھی ان کے قتل کئے گئے اور یہ سب کچھ درجہ دینے کے لئے تھا''۔

(ملفوظات۔ جلد۵۔ صفحہ۳۳۶)

حدیث و تشریح

علم سیکھنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے

عَنۡ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الۡعِلۡمِ فَرِیۡضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسۡلِمٍ وَ مُسۡلِمَۃٍ

(ابن ماجہ)

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

تشریح: چونکہ اسلام کی بنیاد اس یقینی علم پر ہے جو خدا کی طرف سے آخری شریعت کی صورت میں نازل ہوا ہے۔ اور پھر اسلام ہر بات کو دلیل کے ذریعہ منواتا ہے اس لئے اسلام میں علم کے حصول کے لئے انتہائی تاکید کی گئی ہے اور یہ حدیث ان بہت سے حدیثوں میں سے ایک ہے جن میں آنحضرت ﷺ نے مردوں اور عورتوں کو علم سیکھنے کی تاکید فرمائی ہے اور اس ہدایت پر آپؐ کو اتنا اصرار تھا کہ ایک دوسری حدیث میں آپؐ فرماتے ہیں کہ ”علم سیکھو خواہ اس کے لئے تمہیں چین کے کناروں تک جانا پڑے“۔ اور یاد رہے کہ اس زمانے کے حالات کے لحاظ سے چین کا ملک نہ صرف عرب سے ایک دور ترین ملک تھا۔ بلکہ اس کے رستے بھی ایسے مخدوش تھے کہ وہاں تک پہنچنا غیر معمولی اخراجات اور غیر معمولی کوفت اور غیر معمولی خطرے کا موجب تھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے چین کے ملک کو مثال کے طور پر بیان فرما کر دراصل اشارہ یہ کیا ہے کہ خواہ تمہیں علم حاصل کرنے کے لئے کتنی ہی دور جانا پڑے اور کیسی ہی تکلیف کا سامنا ہو علم وہ چیز ہے کہ اس کے لئے مومن کو ہر تکلیف اٹھا کر اس کے حصول کا دروازہ کھولنا چاہئے۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ بعض اوقات ابتدائی مسلمان آنحضرت ﷺ کی ایک ایک حدیث سننے کے لئے سینکڑوں میل دور کا سفر غیر معمولی اخراجات برداشت کر کے صحابہ کی تلاش میں پہنچتے تھے۔ چنانچہ جب ایک شخص مدینہ سے سینکڑوں میل کا سفر اختیار کر کے آنحضرت ﷺ کے صحابی ابو درداءؓ کے پاس ایک حدیث سننے کی غرض سے دمشق آیا۔ تو ابو درداءؓ نے اسے وہ حدیث سنائی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص علم حاصل کرنے کی غرض سے کسی رستہ کا سفر اختیار کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے لئے اس علم کے علاوہ جنت کا رستہ بھی کھول دیتا ہے۔ اور ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ ایک انسان کا درجہ ایک ایسے عابد انسان کے مقابلہ پر جو اپنی عبادت کے باوجود علم سے خالی ہے ایسا ہے کہ جیسے عام ستاروں کے مقابلہ پر چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ اور ایک تیسری حدیث میں فرماتے ہیں کہ ایک عالم انسان شیطان پر ہزار عابدوں سے بھی زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ اور ایک چوتھی حدیث میں فرماتے ہیں کہ میری امت کی بہترین بھلائی نیک علماء ہیں اور ایک پانچویں حدیث میں فرماتے ہیں کہ علماء گویا نبیوں کے وارث ہوتے ہیں۔ مگر جیسا کہ چوتھی حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے سچا علم وہی ہے جس کے ساتھ نیکی اور تقویٰ شامل ہو۔

الغرض اسلام میں علم کے حصول کی انتہائی تاکید کی گئی ہے اور سچے علم کا وہ مقام تسلیم کیا گیا ہے جو ایمان کے بعد کسی دوسری چیز کو حاصل نہیں۔ اور پھر علم کو ایک غیر محدود چیز قرار دے کر ہدایت کی گئی ہے کہ خواہ تمہیں کتنا ہی علم حاصل ہو جائے پھر بھی مزید علم کے حصول کی کوشش کرتے رہو۔ چنانچہ اور تو اور خود فخر موجودات سرور کائنات سید الرسل حضرت خاتم النبیین ﷺ کو خدا تعالیٰ قرآن شریف میں یہ دعا سکھاتا ہے کہ قُلۡ رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا ”یعنی اے رسولؐ تم ہمیشہ یہ دعا مانگتے رہو کہ خدایا! میرے علم میں بیش از بیش ترقی عطا کر“۔ اور پھر جیسا کہ حدیث زیر نظر میں صراحت کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے علم کے حصول کو صرف مردوں تک محدود نہیں کیا بلکہ عورتوں کو بھی اسی طرح تاکید فرمائی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ان تاکیدوں کے باوجود آج کل مسلمان مردوں اور عورتوں کا علمی معیار دوسری قوموں کے مقابلہ پر اعلیٰ ہونا تو درکنار کافی ادنیٰ اور پست ہے۔ چنانچہ تقسیم ملکی سے پہلے ہندوستان کی ساری قوموں یعنی ہندوؤں، سکھوں، غیر ملکی عیسائیوں اور پارسیوں وغیرہ کے مقابلہ پر مسلمانوں کی خواندگی کی شرح فی صدی سب سے کم تھی۔ دنیا کے عالم ترین مصلح کی امت کا یہ نمونہ یقیناً بے حد قابل افسوس ہے اور وقت ہے کہ مسلمان اپنے فرض کو پہچان کر دین و دنیا کے علم میں نہ صرف اول نمبر حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ بلکہ اس مقام کو پہنچیں جس کی گرد کو بھی کوئی دوسری قوم نہ پا سکے۔

(چالیس جواہر پارے صفحہ 113 تا 114)

مشعلِ راہ

”حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا“

جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے، تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ:

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام احمدیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کیونکہ کسی احمدی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں کوئی بات کی تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے علم میں آئی، اس پر آپ سخت ناراض ہوئے اور احمدیوں کو فرمایا:

’واضح ہو کہ کسی شخص کے کارڈ کے ذریعہ سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض نادان آدمی جو اپنے تئیں میری جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمات منہ پر لاتے ہیں کہ نعوذ باللہ حسین بوجہ اس کے کہ اس نے خلیفۂ وقت یعنی یزید سے بیعت نہیں کی، باغی اور یزید حق پر تھا۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ ‘فرمایا’ مجھے امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راستباز کے منہ سے ایسے خبیث الفاظ نکلے ہوں۔ مگر ساتھ اس کے مجھے یہ بھی دل میں خیال گزرتا ہے کہ چونکہ اکثر شیعہ نے اپنے وِرد تبرّے اور لعن طعن میں مجھے شریک کر لیا ہے‘ (یعنی مجھے گالیاں نکالتے رہتے ہیں) ’اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ کسی نادان بے تمیز نے سفیہانہ بات کے جواب میں سفیہانہ بات کہہ دی ہو۔ جیسا کہ بعض جاہل مسلمان کسی عیسائی کی بدزبانی کے مقابل پر جو آنحضرت ﷺ کی شان میں کرتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کچھ سخت الفاظ کہہ دیتے ہیں۔ بہرحال میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع، دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا۔ اور جن معنوں کی رُو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے، وہ معنی اس میں موجود نہ تھے۔ مومن بننا کوئی امر سہل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے۔ قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا۔ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا (الحجرات: 15) مومن وہ لوگ ہوتے ہیں۔۔۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو، سب سے اپنے تئیں دُور تر لے جاتے ہیں۔ لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زُہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتدا کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو ان میں سے ہیں۔ اس دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دُور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے۔ اور جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے، تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 548 تا 550۔ اشتہار نمبر 263 مطبوعہ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ)

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مؤرخہ 23 نومبر 2012)

جبلِ فاران سے دس ہزار قدوسیوں کیساتھ ایک عظیم الشان نبی کا ظہور

(حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ دیباچہ تفسیر القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

''استثناء باب ۳۳ میں لکھا ہے۔'' اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اُس کے دہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی'' (آیت۔۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اِس کلام میں اپنے تین جلوے بتائے ہیں۔ ان میں سے پہلا جلوہ سینا سے ظاہر ہوا۔ اِس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تورات (خروج باب ۱۹ آیت ۲۰) میں لکھا ہے:۔

''اور خداوند کوہِ سینا پہاڑ کی چوٹی پر نازل ہوا اور خداوند نے پہاڑ کی چوٹی پر موسیٰؑ کو بلایا اور موسیٰؑ چڑھ گیا''

یہ خدائی جلوہ ظاہر ہوا اور جو برکتیں اِس میں پوشیدہ تھیں وہ دنیا پر ظاہر کر کے چلا گیا۔ اس کے بعد دوسرے جلوے کا ذکر کیا گیا تھا اور بتایا گیا تھا کہ وہ شعیر سے طلوع ہوگا۔ شعیر وہ مقام ہے جس کے آس پاس حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات ظاہر ہوئے۔ پس شعیر سے طلوع ہونے کے معنی حضرت مسیح علیہ السلام کے ظہور کے ہیں۔ مسیحی علمائے اناجیل نے نہ معلوم کیوں شعیر کو سینا کا مترادف قرار دیا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شعیر فلسطین کا حصہ ہے۔ یہ نام مختلف شکلوں میں بگڑ کر آیا ہے اور یہ نام ایک قوم کا بھی ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھی اور بنو آشر کہلاتی تھی اور یہ شمال مغربی فلسطین کے علاقے کا بھی نام ہے۔ پس شعیر سے مراد وہی جلوہ ہے جو خصوصیت کے ساتھ فلسطین میں ظاہر ہونے والا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام تو کنعان پہنچے ہی نہیں اُسی جگہ پر فوت ہو گئے جہاں کنعان کی سرحدیں نظر آتی تھیں اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی ایسا جلوہ ظاہر نہیں ہوا جو اِس قسم کی عظمت والا ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جلوہ تھا۔ پس شعیر سے طلوع ہونے سے مراد حضرت مسیح کا ظہور ہے جو عین کنعان میں ظاہر ہوئے اور جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے پھر ایک دفعہ دنیا کو اپنی شکل دکھلائی۔

تیسرا جلوہ فاران سے ظاہر ہونا تھا۔ فاران سے مراد وہ پہاڑ ہیں جو مدینہ اور مکہ کے درمیان ہیں۔ چنانچہ عربی جغرافیہ نویس ہمیشہ سے ہی مدینہ اور مکہ کے درمیانی علاقہ کا نام فاران رکھتے چلے آئے ہیں۔ مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک پڑاؤ ہے جس کا نام وادیٔ فاطمہ ہے جب قافلے وہاں سے گزرتے ہیں تو وہاں کے بچے قافلہ والوں کے پاس پھول بیچتے ہیں اور جب اُن سے قافلہ والے پوچھیں کہ یہ پھول تم کہاں سے لائے ہو؟ تو وہ کہتے ہیں مِنْ بَرِیَّةِ فَارَانَ ۔ فاران کے جنگل سے لائے ہیں۔ پس فاران یقینی طور پر عرب اور حجاز کا ہی علاقہ ہے تورات سے ثابت ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اِسی فاران کے میدان میں رہے تھے۔ لکھا ہے:۔

''اور خداوند اس لڑکے (یعنی اسمٰعیل) کے ساتھ تھا اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا کیا اور تیرانداز ہو گیا اور وہ فاران کے بیابان میں رہا اور اس کی ماں نے ملک مصر سے ایک عورت اُس سے بیاہنے کو لی''۔ (پیدائش باب ۲۱ آیت ۲۰، ۲۱)

بائبل فاران کے مقام کو عربوں کے بیان کی نسبت کسی قدر مختلف جگہ پر قرار دیتی ہے اور کنعان کے کناروں پر ہی بتاتی ہے۔ لیکن جنگل اور پہاڑ شہروں کی طرح کسی چھوٹے سے علاقہ میں محدود نہیں ہوتے بلکہ بعض دفعہ سینکڑوں اور ہزاروں میل تک پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ پس اگر بائبل کا بیان صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس کے یہی معنی ہوں گے کہ فاران کے پہاڑ اور اس کا بیابان کنعان کے پاس سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے یہ تو ثابت نہ ہوگا کہ وہ ختم بھی وہیں ہو جاتا ہے۔ بائبل تسلیم کرتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک بیٹا اسمٰعیل نامی تھا اور بائبل بتاتی ہے کہ وہ فاران میں رہا۔ اب فاران کے جغرافیہ کے متعلق تو اسمٰعیل کی اولاد کی گواہی ہی تسلیم کی جائے گی کیونکہ وہی فاران کی رہنے والی ہے۔ بنو اسرائیل تو تاریخ اور جغرافیہ میں اتنے کمزور تھے کہ وہ اس رستہ کو بھی صحیح طور پر بیان نہیں کر سکے جس رستہ پر چل کر وہ مصر سے کنعان آئے تھے دوسرے ملکوں کے متعلق اُن کی گواہی کی قیمت ہی کیا ہے۔ دنیا میں ایک ہی قوم ہے جو اپنے آپ کو اسمٰعیل کی اولاد کہتی ہے اور وہ قریش ہیں اور وہ عرب میں بستے ہیں اور مکہ مکرمہ اُن کا مرکز ہے۔ اگر عربوں کا یہ دعویٰ غلط ہے تو سوال یہ ہے کہ اِس غلط دعویٰ کے بنانے کی انہیں غرض کیا تھی۔ بنو اسحاق تو اُن کو کوئی عزت دیتے ہی نہیں تھے۔ پھر ایک جنگل میں رہنے والی قوم کو اِس بات کی کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ وہ اپنے آپ کو اسمٰعیل کی اولاد قرار دے اور اگر اُس نے جھوٹ بنایا ہی تھا تو اسمٰعیل کی اصل اولاد کہاں گئی؟ بائبل کہتی ہے کہ اسمٰعیل کے ۱۲ بیٹے تھے۔ بائبل کہتی ہے کہ اُن ۱۲ بیٹوں کی نسل آگے بہت پھیلے گی۔ لکھا ہے:۔

''اور اس لونڈی کے بیٹے (اسماعیل) سے بھی میں ایک قوم پیدا کروں گا اِس لئے کہ وہ بھی تیری نسل ہے''۔ (پیدائش باب ۲۱ آیت ۱۳)

پھر لکھا ہے:۔

''اُٹھ اور لڑکے (اسماعیل) کو اُٹھا اور اُسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اُس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔'' (پیدائش باب ۲۱ آیت ۱۸)

پھر لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا:۔

''اور اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری سنی، دیکھ میں اُسے برکت دوں گا اور اُسے برومند کروں گا اور اُسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اُسے بڑی قوم بناؤں گا''۔ (پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۰)

اِن پیشگوئیوں میں بتایا گیا ہے کہ اسمٰعیل کی نسل بہت پھیلے گی اور بڑی بابرکت ہوگی۔ اگر عرب کے لوگوں کا دعویٰ جھوٹا ہے تو پھر بائبل بھی جھوٹی ہے کیونکہ دنیا میں اور کوئی قوم اپنے آپ کو بنو اسمٰعیل نہیں کہتی جس کو پیش کر کے بائبل کی اِن پیشگوئیوں کو سچا ثابت کیا جا سکے اور اگر قریش بنو اسمٰعیل ہیں تو پھر ابراہیم بھی سچا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو برکت دی اور ابراہیمؑ کی وہ پیشگوئیاں اُن کے ذریعہ پوری ہوئیں جو بنو اسمٰعیل کے متعلق تھیں۔

تاریخ کا سب سے بڑا ثبوت قومی روایات ہی ہوتی ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ایک قوم سینکڑوں سال سے اپنے آپ کو بنو اسمٰعیل کہتی چلی آئی ہے اور اُس کے بیان کو مزید تقویت اِس بات سے یہ حاصل ہوتی ہے کہ دنیا کی اور کوئی قوم اپنے آپ کو بنو اسمٰعیل نہیں کہتی۔ پھر جہاں بائبل مانتی ہے کہ بنو اسمٰعیل فاران میں رہے وہاں عرب کے لوگ بھی مکہ سے لے کر شمالی عرب کی سرحد تک کے علاقہ کو فاران کہتے چلے آرہے ہیں۔ پس یقیناً یہی علاقہ فاران تھا جیسا کہ یقیناً قریش ہی بنو اسمٰعیل تھے اور فاران سے ظاہر ہونے والا جلوہ عربوں سے ہی ظاہر ہونے والا تھا۔

بنو اسمٰعیل کے عرب میں رہنے کا یہ بھی ثبوت ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ۱۲ بیٹوں کے نام جو بائبل میں آتے ہیں یہ ہیں۔ نبیت۔ قیدار۔ اوبئیل۔ مبسام۔ مشماع۔ دُومہ۔ مسا۔ حدد۔ تیما۔ یطور۔ نفیس۔ قدمہ (پیدائش باب ۲۵ آیت ۱۳ تا ۱۶)

قدیم رواج کے مطابق اِن کی اولادوں کے نام بھی اپنے باپوں پر ہوں گے جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد اپنے باپوں کے نام سے کہلاتی ہے اِسی طرح ملکوں کے نام بھی پُرانے دستور کے مطابق بِالعموم قوموں کے نام پر رکھے جاتے ہیں۔ اِس رواج کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم دیکھتے ہیں تو سارے عرب میں اِن بیٹوں کی اولاد پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔

پہلا بیٹا نبیت تھا جس کی اولاد جغرافیہ نویسوں کے بیان کے مطابق ۳۰۔۳۸ ڈگری عرضِ شمالی اور ۳۶۔۳۸ ڈگری طول مشرقی کے درمیان رہی تھی۔ چنانچہ ریورنڈ کا تری بی کاری ایم اے نے اِس کو تسلیم کیا ہے کہ اُن کے نزدیک فلسطین سے لے کر بندر ینبوع تک جو مدینہ منورہ کا بندر ہے یہ قوم پھیلی ہوئی تھی۔

دوسرا بیٹا قیدار تھا۔ اِس کی قوم بھی عربوں میں پائی جاتی ہے۔ قیدار کے معنی ہیں ''اونٹوں والا'' یہ قبیلہ حجاز اور مدینہ کے درمیان آباد ہے۔ بطلیموس اور پلینی دونوں نے اپنے جغرافیوں میں حجاز کی قوموں کا

Vol. 19 Monthly **Akhbar-e-Ahmadiyya** Germany Issue 10

Ahmadiyya Muslim Jamaat, National Shoba Tasneef, Genfer Str.11, 60437 Frankfurt/M, Tel:069-50688652, Email:akhbar.ahmadiyya@hotmail.com

ذکر کرتے ہوئے کیڈری اور گڈرونا ئینی قوموں کا ذکر کیا ہے جو صاف طور پر قیدار ہی کا بگڑا ہوا ہے تلفظ ہے اور اب تک بعض عرب اپنے آپ کو قیدار کی نسل سے بتاتے ہیں۔

تیسرا بیٹا اوبئیل تھا جوزیفس کے بیان کے مطابق اوبئیل نامی قوم اسی عرب علاقہ میں بستی تھی۔

چوتھا بیٹا مبسام تھا اس کا ثبوت عام جغرافیوں میں کہیں نہیں ملتا لیکن ممکن ہے کہ یہ نام بگڑ گیا ہو اور کسی اَور شکل میں پایا جاتا ہو۔

پانچواں بیٹا مشماع تھا۔ عرب میں اب تک بنو مسماع پائے جاتے ہیں۔

چھٹا بیٹا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا دومہ تھا اور دومہ کا مقام اب تک عرب میں پایا جاتا ہے جس کا ذکر عرب جغرافیہ نویس ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں کہ دومہ اسمٰعیل کا بیٹا تھا جس کے نام پر یہ نام پڑا۔ چنانچہ عرب میں یہ ایک مشہور مقام ہے۔

ساتواں بیٹا مسا تھا۔ اس کے نام پر بھی ایک قوم یمن میں پائی جاتی ہے اور اس کی جائے رہائش کے کھنڈرات وہاں موجود ہیں۔ ریورنڈ کا تری بی کاری نے اپنی کتاب میں اُن کا ذکر کیا ہے۔

آٹھواں بیٹا حدد تھا اس کے نام پر یمن کا مشہور شہر حدیدہ بنا ہوا ہے۔

نواں بیٹا تیما تھا۔ نجد سے حجاز تک کا علاقہ تیما کہلاتا ہے اور یہاں یہ قوم بستی ہے بلکہ خلیج فارس تک پھیل گئی ہے۔

دسواں بیٹا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا یطور تھا۔ اِن کا مقام بھی عرب میں معلوم ہوتا ہے اور جدور کے نام سے مشہور ہے جو یطور کا بگڑا ہوا ہے۔ یا عام طور پر ج سے بدل جاتی ہے اور ط اور ت، د سے بدل جاتے ہیں پس جدور اصل میں یطور ہی ہے۔

گیارہواں بیٹا نفیس تھا اور مسٹر فاسٹر کا بیان ہے جوزیفس اور تورات کی سند کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم بھی بیابانِ عرب میں رہتی تھی۔

بارہواں بیٹا قدمہ تھا۔ اِن کی جائے رہائش بھی یمن میں ثابت ہے۔ مشہور جغرافیہ نویس مسعودی لکھتا ہے کہ مشہور قبیلہ اصحابُ الرس جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی آتا ہے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا اور وہ دو قبیلے تھے ایک کا نام قدمان تھا اور ایک کا نام یامین تھا۔ بعض جغرافیہ نویس کہتے ہیں کہ دوسرے قبیلے کا نام یامین نہیں بلکہ رعویل تھا۔

ان جغرافیائی اور تاریخی شواہد سے صاف ثابت ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی تمام اولاد عرب میں بستی تھی۔ یہ تمام اولاد چونکہ خانہ کعبہ اور مکہ کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کرتی چلی آئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام مکہ میں ہی آ کر بسے تھے اور اس وجہ سے یہی علاقہ عربوں اور تورات کے بیان کے مطابق فاران کا علاقہ ہے۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ۔ 72 تا 76)

LOVE FOR AL

صبر ہے ظلم و ستم کی ڈھال جوش میں اپنے ہوش سنبھال
لو فار آل، لو فار آل
لو فار آل، لو فار آل

گورا کالا رنگ نہ دیکھ ذات پات کے سنگ نہ دیکھ
سب انسان برابر ہیں اونچ نیچ کے ڈھنگ نہ دیکھ
ایک آدم کی سب ہیں آل
لو فار آل، لو فار آل

گالیاں سن کے دعائیں دیں اور بھرپور وفائیں دے
آیا ہے موعود مسیح چاروں سمت صدائیں دے
ماضی سے ہے بڑھ کر حال
لو فار آل، لو فار آل

پیار سے دنیا رام ہوئی نفرت زیر دام ہوئی
آگ میں پڑ کر کندن نکلے مشقِ ستم ناکام ہوئی
ہم نے دکھایا ایک کمال
لو فار آل، لو فار آل

تیری مہما گیتا گائے متریا گوتم کی رائے
کہت کبیر سنو بھئی نانک پریم کی مرلی رام بجائے
جے جے اے رڈّر گوپال
لو فار آل، لو فار آل

رنج و غم و آلام کے دن کٹ گئے غم کی شام کے دن
تیرے جیتے جی آئیں گے غلبہ اسلام کے دن
ابھی سے کر لے استقبال
لو فار آل، لو فار آل

ہم نے سیکھا اسم اعظم دنیا پر ہے دین مقدم
ہر مذہب یہ درس سکھائے بھائی بھائی ابنِ آدم
بھائیوں میں رنجش نہ ڈال
لو فار آل، لو فار آل

صبر ہے ظلم و ستم کی ڈھال جوش میں اپنے ہوش سنبھال
لو فار آل، لو فار آل
لو فار آل، لو فار آل

(ابن آدم)

روایت

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:۔

''میاں عبداللہ صاحب سنوری نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ اوائل زمانہ میں حضرت صاحب قادیان کے شمال کی طرف سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ میں اور شیخ حامد علی مرحوم ساتھ تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ سنا ہوا ہے کہ یہ لوگ دل کی باتیں بتا دیتے ہیں۔ آؤ میں امتحان لوں۔ چنانچہ میں نے دل میں سوال رکھنے شروع کئے۔ اور حضرت صاحب انہی کے مطابق جواب دیتے گئے۔ یعنی جو سوال میں دل میں رکھتا تھا اسی کے مطابق بغیر میرے اظہار کے آپ تقریر فرمانے لگ جاتے تھے۔ چنانچہ چار پانچ دفعہ لگاتار اسی طرح ہوا۔ اس کے بعد میں نے حضرت صاحب سے عرض کر دیا کہ میں نے یہ تجربہ کیا ہے۔ حضرت صاحب سُن کر ناراض ہوئے اور فرمایا تم پر اللہ کا فضل ہو گیا۔ اللہ کے مرسل اور اولیاء غیب دان نہیں ہوتے آئندہ ایسا نہ کرنا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ صاحب نے حضرت صاحب کو یہ نہیں بتایا تھا کہ میں دل میں کوئی سوال رکھ رہا ہوں۔ بلکہ آپ کیساتھ جاتے جاتے خود بخود دل میں سوال رکھنے شروع کر دیئے تھے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ سچے اور جھوٹے مدعیوں میں ایک یہ بھی فرق ہوتا ہے کہ جھوٹا ہر بات میں اپنی بڑائی ڈھونڈتا اور بزرگی منوانا چاہتا ہے۔ اور سچے کا صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ راستی اور صداقت قائم ہو۔ چنانچہ ایک جھوٹا شخص ہمیشہ ایسے موقع پر ناجائز فائدہ اُٹھا کر دوسروں کے دل میں اپنی بزرگی کا خیال پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر سچا آدمی اپنی عزت اور بڑائی کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ راستی کو قائم کرتا ہے۔ خواہ بظاہر اس میں اس کی بزرگی کو صدمہ ہی پہنچتا ہو''۔

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 294۔ ایڈیشن 2008۔ انڈیا)